ڈاکٹر لڈمیلا وسی لیوا

کھوئے ہوئے آشیانوں کی تلاش

امریکہ کے شہر نیویارک میں آج اشفاق حسین کے نئے شعری مجموعے ''آشیاں گُم کردہ'' کی تعارفی تقریب میں شرکت کرتے ہوئے مجھے بے حد مسرت محسوس ہورہی ہے- اردو کے وطن سے ہزاروں میل دور سات سمندر پار یہاں امریکہ میں ایک اردو شاعر کی کتاب کی تقریب رونمائی کا انعقاد' اردو ادب و ثقافت کے میدان میں بذات خود ایک اہم اور نہایت معنی خیز بات ہے- ایسے میں میرے ذہن میں داغ کا یہ مصرعہ گونج رہا ہے کہ سارے جہاں میں دھوم ہماری زباں کی ہے- یہ مصرعہ آج کے تناظر میں خصوصاً اردو کے حوالے سے بہت اہم ہے- اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مغربی ممالک میں آباد اردو کے شاعروں اور ادیبوں کی تخلیقات نہ صرف ان کی زندگی کا اہم جز ہے بلکہ آج کے اردو ادب میں بھی اس سے بڑی رنگارنگی ہے اور ہم سب کو اس کا کھلے دل سے خیر مقدم کیا جانا چاہیے-

آج کے زمانے میں جب کہ دنیا میں ہر طرف واضح طور پر عالم گیریت کا عمل جاری و ساری ہے' میرے خیال میں پاکستان اور ہندوستان سے باہر جا کر آباد ہو جانے والے تخلیق کاروں نے اس عمل میں اپنا حصہ بڑی خوبی سے نبھایا ہے- ان کے تخلیق کیے جانے والے اس ہجری ادب کو آسانی سے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا-

میری اور اشفاق صاحب کی کافی پرانی ملاقات ہے- میری نظر میں وہ بے حد دلکش شخصیت کے مالک اور زبردست جوش و ولولہ رکھنے والے ایسے سرگرم عمل انسان ہیں جو ہمیشہ اردو ادب و ثقافت کے فروغ میں لگے رہتے ہیں- میں اردو کے ایک غیر ملکی طالب علم کی حیثیت سے آج ان کی تخلیقات کے

بارے میں مختصراً گفتگو کرنا چاہوں گی۔

میرے وطن روس میں اردو زبان و ادب کے مطالعے کی روایت بہت پرانی ہے۔ بلکہ ہم تو کبھی کبھی یہ بھی کہتے ہیں کہ روس میں اردو کے مطالعے کا اپنا ایک علاحدہ دبستان ہے۔ واضح رہے کہ ہم روسی مستشرقین کا اولین مقصد، اپنے ہم وطنوں کو اردو زبان، اس کے ادب اور اس کی ثقافت سے زیادہ سے زیادہ روشناس کرانا ہے۔ اردو کے کلاسیکی ادب کے ساتھ ساتھ ہم عصر ادب کا مطالعہ اور اس کے ترجمے کی ذمہ داری بھی ہماری ترجیحات میں شامل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عصری ادب کے ضمن میں، اشفاق حسین کی شاعری اور فیض احمد فیض پر ان کا کام بھی ہماری توجہ کا مرکز رہا ہے۔ فیض احمد فیض پر کیا جانے والا ان کا کام تو ایک پوری کانفرنس کا موضوع بن سکتا ہے۔ ''فیض، ایک جائزہ'' کے نام سے انہوں نے اردو میں فیض احمد فیض پر پہلی باقاعدہ تنقیدی کتاب لکھی اور یہ سلسلہ ''فیض کے مغربی حوالے'' ''فیض حبیب عنبر دست'' اور ''فیض شخصیت اور فن'' جیسی کتابوں سے آج بھی جاری ہے اور امید کرتی ہوں کہ وہ فیض شناسی میں ابھی اور بھی بہت کام کریں گے۔ یہ سب کتابیں ہمارے دور کے غالباً سب سے بڑے اردو کے شاعر فیض احمد فیض پر اشفاق حسین کے مسلسل مطالعے کا ثمرہ ہیں اور اس مضمون پر ان کی پوری گرفت، ان کی تخلیقی بصیرت اور مطالعے کی صلاحیت کا بھرپور اظہار ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ احمد فراز پر ان کی کتاب ''احمد فراز یادوں کا ایک سنہرا ورق'' بھی اشفاق حسین کی انشا پردازی کی ایک عمدہ مثال ہے۔

لیکن ان کی تخلیقی شخصیت کا بے حد خوب صورت اظہار ان کی شاعری میں ہوا ہے۔ جسے Diaspora کے ادب میں خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ یہ وہ ادب ہے جسے مہجری ادب یا آبادکاروں کا تخلیقی ادب بھی کہتے ہیں۔ یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ اردو کا مہجری ادب، اب ایک منفرد اور خودمختار

حیثیت اختیار کر چکا ہے جس کی اپنی خصوصیات' اپنا رنگ اور اپنا ایک علاحدہ انداز ہے- یہ مسائل بھی نئے ہیں اور ان کا اظہار بھی قدرے نیا ہے- آج کل روس میں بھی اردو کے مہجری ادب پر کام شروع ہو چکا ہے اور اس کے دائرے میں دوسرے شاعروں اور ادیبوں کے ساتھ ساتھ اشفاق حسین کی تحریریں بھی زیر مطالعہ رہی ہیں- میں بڑی خوشی کے ساتھ کہہ سکتی ہوں کہ کینیڈا میں تخلیق کیے جانے والے اردو ادب کے ذیل میں اشفاق حسین کا نام اور کام میرے وطن روس کے اردو داں حلقوں میں کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے-

میں سمجھتی ہوں کہ ان کی شاعری اور خاص طور سے ان کے مجموعے ''ہم اجنبی ہیں'' اور ان کی نئی کتاب ''آشیاں گُم کردہ'' کی بیشتر شاعری شمالی امریکہ' یعنی امریکہ اور کینیڈا کے مہجری اردو ادب کی بھرپور نمائندگی کرتی ہے- ان کی شاعری میں ہجرت کرنے والوں کے خیالات اور جذبات کے ساتھ ساتھ ان کے مسائل کے ادراک اور ان کے خوابوں کے رنگ بھی جا بجا بکھرے ہوئے ہیں- اپنی شاعری کی ان خصوصیات کے بارے میں خود شاعر نے اپنی کتاب کے دیباچوں میں اس کی وضاحت بڑی خوب صورتی سے کر دی ہے اور اس کا نچوڑ فیض کے شعر میں کچھ یوں ہے کہ:

اٹھ کر تو آ گئے ہیں تری بزم سے مگر
کچھ دل ہی جانتا ہے کہ کس دل سے آئے ہیں

میری نظر میں' اشفاق حسین کے اشعار کے مطالعے کی بنا پر یہ بات آسانی سے سمجھی جا سکتی ہے کہ برصغیر پاک و ہند سے ہجرت کر کے کینیڈا جیسے ملک میں آباد ہو جانے والوں کی ذہنی اور جذباتی کیفیات کیا ہوتی ہیں اور ان کے مسائل کیا ہیں اور ان کے سوچنے کا انداز کیا ہے؟ ان سب لوگوں نے نئے ملک کو اپنا کر کیا کیا کھویا ہے اور کیا کیا پایا ہے؟ ان کے دائرہ نظر میں کیا کیا تبدیلیاں ہوئی ہیں؟ برصغیر کے

ایک مہاجر باشندے کو مغرب کے سابقہ تصور اور حقیقی صورت حال میں کیا فرق نظر آتا ہے؟ یہ اور ایسے بہت سے سوالات ہیں جو ان کی شاعری میں جگہ جگہ نظر آتے ہیں- ان کی ایک خوب صورت نظم ''اونچی عمارتوں کے محلّے میں'' یقیناً اس کی ایک بہترین مثال ہے-

جہاں میں ہوں
یہ رستہ میں نے تصویروں میں دیکھا تھا
یہ ساتوں رنگ میں ڈوبی ہوئی سڑکیں
اور ان سڑکوں پہ چلتے لوگ
یوں لگتا تھا جیسے مٹھیوں میں ان کی
خوشحالی کے جگنو قید ہیں اپنی خوشی سے
ان کے چہرے مسکراتے
روشنی سے 'زندگی سے
یہ تصویریں چھپی تھیں پہلی دنیا کے رسالوں میں
میں ان تصویروں کے ہر زاویے کو
دیکھتا رہتا تھا حیرت سے
یہ تصویریں سجی تھیں
میرے خوابوں میں 'خیالوں میں
مگر میں آج' اس دنیا میں
ان اونچی عمارات

اور اس روشن محلّے میں
بہت گندے سے اک "سب وے" کے پاس آ کر
بہت حیراں کھڑا ہوں
برابر میں بجاتا ہے گٹار
اک زندگی سے خالی چہرے والا فنکار
میں موسیقی کے فن کی داد دوں
یا اُس کے خالی ہاتھ میں
اپنے پرانے خواب کی تعبیر دے دوں
میں اس کو
پہلی دنیا کے رسالوں میں چھپی تصویر دے دوں؟

غرض یہ کہ ان کی شاعری میں کہیں کھل کر اور کہیں ڈھکے چھپے لفظوں میں ان کیفیتوں کا اظہار ضرور ہوا ہے جو درجہ بہ درجہ ایک مہاجر انسان پر دیارِ غیر میں گزرتے ہیں- پہلے تو اپنے خوابوں کی تعبیر کے لیے نئی سرزمینوں کا انتخاب اور پھر تعبیر مل جانے کے بعد اجنبیت کا ایک گہرا احساس پیدا ہو جانا' ایک گھبراہٹ کا احساس' اپنے آپ کو ایک نئی دنیا کے جز بن جانے کا احساس' نئی قدروں کا احساس' نئی حاصل شدہ خوشیوں اور نعمتوں کے باوجود اپنے مادری وطن کی کشش' اس کی خوشبو اور اس کی یادیں' یہ سب چیزیں مل کر ان کے دنیائے شاعری کا نقشہ بناتی ہیں-

اشفاق حسین کی ایک بہت بڑی خوبی یہ بھی ہے کہ وہ نئی دنیا سے ہم کلامی اور نئے زمانوں سے ہم آغوش ہونے کا بھرپور حوصلہ رکھتے ہیں- یہ ان کی شاعری کا ایک دل کش اور قابلِ غور پہلو ہے-

خموشیوں کی اسی سرزمین سے اشفاق
کوئی نہ کوئی سخنور ضرور نکلے گا

میں اشفاق حسین کی شاعری میں امید پسندی اور مستقبل سے متعلق رجائیت کے رجحان پر خاص طور سے توجہ دلانا چاہتی ہوں- یہ رجحان اردو کی ترقی پسند شاعری ہی میں نہیں بلکہ دنیا بھر کی بہترین شاعری کا ہمیشہ سے ہی بنیادی رجحان رہا ہے-

محبت اور محبت کا شجر باقی رہے گا
چلے جائیں گے ہم لیکن سفر باقی رہے گا
ابھی سے کیوں بجھادیں اپنے دل کی ساری شمعیں
سحر ہونے تک امکانِ سحر باقی رہے گا

اس زندگی میں کچھ تو تب و تاب چاہیے
آنکھوں کو روز ایک نیا خواب چاہیے
میں ٹوٹا ہوں تو اپنی کرچیاں بھی جوڑ لوں گا
بکھرنے پر مرے یہ شادمانی کس لیے ہے
کسی گلی کسی چھت پر ضرور نکلے گا
وہ چاند ابر سے باہر ضرور نکلے گا
یہ حکمرانیِ شب دیر تک نہیں ہوگی
کہیں سے مہرِ منوّر ضرور نکلے گا

اشفاق حسین کی شاعری کا ایک اور بہت اہم موضوع جستجو اور تلاش ہے- اپنی ذاتی شناخت' اپنی آنے والی نسلوں کی شناخت اور اپنی قومی شناخت کی جستجو اور تلاش کا عمل ان کی شاعری میں پوری طرح نمایاں ہے-

سکوں ملتا ہے بے آنگن گھروں میں میرے بچّوں کو
کھلے دالان کی خواہش تو میری نسل ہی تک ہے
یہ ٹوٹے لوگ' بکھرے لوگ' میرے لوگ ہیں جن کا
گئی تہذیب سے رشتہ غزل کی شاعری تک ہے

کیوں میری جڑیں جا کے زمیں سے نہیں ملتیں
گملے کی طرح صحن میں رکھّا ہوا کیوں ہوں

شناخت کی یہ کہانی بس ایک نسل کی ہے
پھر اس کے بعد فسانے اِدھر اُدھر سے ہیں

ہجرت کی منزلوں میں ہر اک خاندان کی
اک نسل مطمئن ہے مگر اک اداس ہے

''آشیاں گم کردہ'' میں نظم کے مقابلے میں مجھے غزل کا بہاؤ زیادہ نظر آتا ہے- شاید یہ اردو کی کلاسیکی شاعری سے بڑھتی ہوئی وابستگی کا اظہار ہے- ان کی اس کتاب کا عنوان جو غالب کے ایک

مصرعے ''نوائے طائرانِ آشیاں گم کردہ آتی ہے'' سے ماخوذ ہے وہ خود اس بات کا ایک ثبوت ہے۔ ان کی غزلوں میں اردو کی روایتی غزل کے جذبات واحساسات کے ساتھ ساتھ نئے زمانے کے ڈھنگ بھی نظر آتے ہیں۔

نیو یارک میں آشیاں گم کردہ کی ترقیب رونمائی کے موقعے پر پڑھا گیا۔ ۲۰۰۹ء

میں گیا وقت نہیں ہوں۔ص ۲۱۳ تا ۲۲۱ شاہد پبلی کیشنز دہلی ۲۰۱۰ء